جلسہ سالانہ کے مقاصد حاصل کرنے کیلئے نصائح اور احباب کے اخلاص کا تذکرہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ار دسمبر ۱۹۸۲ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

جوں جوں وہ جلسہ قریب آتا جا رہا ہے جس کی تقریباً سارا سال ہی احمدیوں کو انتظار رہتی ہے اور جس کے لیے منتظمین بھی سارا سال فکر کرتے رہتے ہیں ذمہ داریوں کا احساس بھی بڑھتا جا رہا ہے۔

کچھ کام تو ایسے ہیں جو جلسہ کے قریب آ کر ایسی وسعت اختیار کر جاتے ہیں کہ جماعت کا ایک خاطر خواہ طبقہ ان کاموں میں نظام جماعت کا ہاتھ بٹاتا ہے۔ وہ کام کھل کر کسی نہ کسی شکل میں سامنے آتے ہیں اور ایک وسیع طبقے کو ان میں حصہ لینے کی توفیق ملتی ہے لیکن کچھ کام ایسے ہیں جو خاموشی کے ساتھ جلسہ سالانہ کے معاً بعد شروع ہو جاتے ہیں اور سال بھر جاری رہتے ہیں، ربوہ میں ہی نہیں، بلکہ باہر بھی۔ چنانچہ کئی احمدی انجینئر سارا سال اپنا وقت اس چیز پر خرچ کرتے رہے کہ لنگر کے روٹی پکانے کے نظام کو پہلے سے بہتر کیا جائے۔ دنیا میں دوسرے انجینئر بھی ہیں لیکن کتنے ہیں جو خدا کی خاطر اپنے بچے ہوئے وقت کو اس طرح مسلسل محنت کے ساتھ اور خاموشی سے خرچ کر رہے ہوں۔ پس ایسے خاموش رضا کار بھی ہیں جو شروع سال سے ہی جلسے کی تیاری بھی کر رہے ہوتے ہیں اور اس کا انتظام کرنے میں حتی الوسع ہاتھ بٹانے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

اب جبکہ جلسہ قریب آ چکا ہے۔ یہ مختلف انتظامات قریباً پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے ہیں۔ اس کے باوجود، چونکہ مہمانوں کی آمد کا کوئی صحیح اندازہ کرنا ممکن نہیں ہوتا اور بسا اوقات توقع سے بڑھ کر مہمان حاضر ہو جاتے ہیں، اس لیے ایک فکر بھی لاحق ہوتی ہے۔ اور پھر دعا کی طرف زیادہ توجہ مبذول ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس قسم کی مشکلات درپیش ہوں گی۔ کس قسم کے وسیع انتظامات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پس جب تک اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال نہ ہو، یہ ساری کی ساری تیاریاں دھری کی دھری رہ سکتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انتظام کتنے بھی مکمل کیوں نہ ہوں، اندازے بھی درست ہوں، آنے والوں کے متعلق انسانی پیشگوئیاں بھی صحیح ثابت ہوں اور ان اندازوں سے زیادہ کا اندازہ لگا کر بھی انتظام مکمل کر لیے جائیں، جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو کوئی انتظام بھی احسن رنگ میں نہیں چل سکتا۔

ہم نے لنگر خانوں میں کام کیا ہے۔ ہمیں تجربہ ہے کہ بعض دفعہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں پیدا ہو جاتی ہیں کہ سارا انتظام دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے اور کچھ پیش نہیں چلتی۔ کبھی بارش آ جاتی ہے۔ کچھ اچانک وہ مزدور جن کو ہم کام کیلئے باہر سے بلاتے ہیں آپس میں لڑنے لگ جاتے ہیں اور وہ لڑائی ایسی شدت اختیار کر جاتی ہے کہ سارا انتظام ایک طرف پڑا رہ جاتا ہے اور جتنی روٹی پکنی چاہئے بعض دفعہ اس سے آدھی بھی نہیں پک سکتی۔ تو مستقبل میں سو قسم کے ایسے اندھیرے ہیں جن پر انسان کا کوئی بس نہیں۔

اس لیے جوں جوں جلسہ قریب آ رہا ہے احباب جماعت کو بڑے اخلاص کے ساتھ اور گریہ وزاری اور عاجزی کے ساتھ دعائیں کرنی چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے اس جلسے کو کامیاب و کامران فرمائے۔ آنے والوں کیلئے بھی مشکلات ہیں۔ پھر واپس لوٹنے والوں کے لیے بھی مشکلات ہیں۔ دور دور سے ہمارے مہمان یہاں آنے شروع ہو گئے ہیں۔ بیرونی ملکوں سے وفود پہنچ رہے ہیں اور ابھی تو وہ سب یا ان کی اکثریت قادیان کے جلسہ میں شمولیت کے لیے گئی ہوئی ہے، لیکن وہ بھی بہت جلد یہاں آنے والے ہیں۔ اس لیے بہت سی ذمہ داریاں ہیں جن کو اہل ربوہ نے بہر حال ادا کرنا ہے۔ اور دعا کی مدد کے بغیر احسن رنگ میں ان کو ادا نہیں کیا جا سکتا۔

اسی انتظام کے سلسلے میں سوچتے ہوئے مجھے یہ خیال آیا کہ 'صد سالہ جوبلی' کا جلسہ جو خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت زیادہ وسیع ہوگا اور بہت زیادہ وسیع تر انتظام کے تقاضے لے کر آئے گا،

اسکی ذمہ داریوں کو ہم کس طرح ادا کریں گے۔ بیشمار ایسے کام پڑے ہوئے ہیں جن کا ابھی تک ہم نے آغاز بھی نہیں کیا اور جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا ان کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے کئی سالوں کی مدت درکار ہے۔ پھر یہ فکر بھی لاحق ہوئی کہ وہ روپیہ کہاں سے آئیگا جس کی ضرورت ابھی پیش آ گئی ہے اور بعض دوست سمجھ رہے ہیں کہ آہستہ آہستہ آخر میں ادا کر دیں گے۔ اسی لیے میں نے ایک گزشتہ خطبہ جمعہ (فرمودہ ۳/دسمبر ۱۹۸۲ء۔ ناقل) میں اس چندہ کی ادائیگی کی تحریک بھی کی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے اور اسکی غیر معمولی رحمت اور فضل و کرم ہے کہ جتنی فکریں پیدا کرتا ہے اتنا ہی ان فکروں کے دور کرنے کے سامان بھی مہیا فرماتا رہتا ہے اور فکر کے نتیجے میں تکلیف نہیں آتی بلکہ تعلق باللہ بڑھتا ہے۔ الٰہی جماعتوں کے ساتھ یہ ایک ایسا نظام جاری ہے جس پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر فکر اللہ کا احسان بن جاتا ہے۔

چنانچہ گزشتہ مرتبہ جب میں نے صد سالہ جوبلی کے چندے کی طرف توجہ دلائی تو ابھی وہ خطبہ تمام دنیا کی جماعتوں میں پوری طرح شائع بھی نہیں ہوا کہ بعض دور دور کی جماعتوں سے بھی مثلاً یوگنڈا اور اسی قسم کے اور کئی ممالک کی جماعتوں سے بڑی کثرت کے ساتھ یہ اطلاعیں آرہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے غیر معمولی توجہ شروع کر دی ہے۔ نہ صرف ’صد سالہ جوبلی‘ کے چندے کی ادائیگی کی طرف بڑے انہماک کے ساتھ متوجہ ہو رہے ہیں بلکہ تحریک جدید کا چندہ بھی بعض صورتوں میں کئی گنا بڑھا دیا ہے۔ پاکستان کی جماعتوں سے بھی جو خبریں موصول ہو رہی ہیں وہ بھی عموماً خوشکن ہیں۔ ایک بیداری کی لہر دوڑ گئی ہے اور تمام کارکن کیڑیوں کی طرح دن رات کام کر رہے ہیں اور کوشش کر رہے ہیں کہ گزشتہ کوتاہی کی پاداش ہو اور تلافیٔ مافات ہو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ان خوش کن خبروں کے ذریعے تسلی بھی دیتا ہے۔

انفرادی طور پر بھی جو خطوط موصول ہوتے ہیں ان میں بھی بعض ایسی پیاری اور درخشندہ مثالیں سامنے آتی ہیں کہ دل خدا کے حضور سجدہ ریز ہو جاتا ہے کہ اس نے خود اپنے فضل کے ساتھ جماعت احمدیہ کو ایسے عظیم الشان فدائی عطا فرمائے ہیں۔ چنانچہ کل رات ہی میں نے لاہور کی ایک احمدی خاتون کا خط پڑھا جس میں انہوں نے لکھا کہ میں ایک عام غریب سی عورت ہوں۔ لیکن بہر حال میں نے اپنے شوق کے مطابق ’صد سالہ جوبلی‘ کا چندہ لکھوا دیا۔ بعد میں کچھ ایسے حالات

پیش آتے رہے کہ میں اپنا چندہ وقت کے مطابق سال بہ سال ادا نہ کرسکی۔ یہاں تک وہ ذمہ داری کا ایک پہاڑ بن کر سامنے آ کھڑا ہوا۔ انہوں نے لکھا کہ جتنا بھی چندہ تھا، مجھے محسوس ہوا کہ یہ بوجھ میری توفیق اور طاقت سے آگے نکل گیا ہے۔ جب آپ نے توجہ دلائی تو کئی دن تو میں نے بڑے ہی کرب میں گزارے۔ خدا کے حضور روئی، گریہ وزاری کی کہ تو نے ہی اپنے فضل سے وعدے کی توفیق بخشی تھی، اب تو ہی اسے پورا کرنے کی بھی توفیق عطا فرما۔ اسی دوران میری نظر اپنے زیور پر پڑی تو معاً میرے دل میں خیال آیا کہ جو کچھ میرے بس میں ہے وہ تو پیش کر دوں چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ سارے کا سارا زیور چھوٹا ہو یا بڑا، جماعت کے سامنے رکھ دیتی ہوں تا کہ اپنے خلوص کا یہ ثبوت تو پیش کروں کہ جو میرے بس میں تھا وہ میں نے کر دیا۔ صرف یہی نہیں، بلکہ (وہ لکھتی ہیں کہ) جب میں نے یہ فیصلہ کیا تو اس زیور سے مجھے ایسی نفرت ہوگئی کہ مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتا، یہ میرے دل پر بوجھ بن گیا ہے۔ اس لئے خدا کے واسطے اس زیور کو میرے گھر سے دور کریں اور مجھے بتائیں کہ میں کس کو ادا کروں تا کہ میرے دل پر سے یہ بوجھ اتر جائے۔

کیسا عجیب خدا ہے، کتنے احسان کرنے والا خدا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسی پیاری جماعت عطا کی ہے کہ قرونِ اولیٰ کے زمانوں کی یاد کو زندہ کر دیا۔ جب میں نے یہ خط پڑھا تو میرے دل سے یہ دعا نکلی کہ اے اللہ! اس عورت کو زیورِ ایمان سے آراستہ فرما جیسا کہ اس نے خود خواہش ظاہر کی ہے اور سر سے پاؤں تک اس کے ظاہر و باطن کو اپنی رضا کے زیور سے مزین فرمادے۔

پھر میں نے سوچا دنیا میں کتنی ہی عورتیں ہوں گی (کروڑوں ہوں گی) جن کو اللہ تعالیٰ نے زیور کی زیبائش سے محروم رکھا ہے۔ ان کے سر، ان کے ہاتھ، ان کے گلے اور ان کے پاؤں خالی پڑے ہیں۔ لیکن ان میں سے کتنی ہوں گی جنہوں نے رضائے باری تعالیٰ کی خاطر اپنے ہاتھوں کو، اپنے سر کو، اپنے گلے کو اور اپنے پاؤں کو زیور سے عاری کیا ہوگا۔ بہت کم ایسی مثالیں نظر آئیں گی۔ اور اگر کوئی مثالیں ہوں گی تو وہ ساری کی ساری جماعت احمدیہ میں ملیں گی۔ پہلے بھی جماعت احمدیہ کی تاریخ ایسے نظارے پیش کر چکی ہے، آج بھی پیش کر رہی ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ پیش کرتی چلی جائے گی۔ اور ہمیں یہ بھی علم ہے کہ جن خواتین کو ایسی عظیم الشان قربانیوں کی توفیق ملی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو کبھی خالی نہیں چھوڑا۔ دنیا میں کتنی ہی عورتیں ہیں (کروڑوں ہوں گی) جن کو خدا

تعالیٰ نے زیور بھی عطا کئے ہیں۔ مگر کون ہے وہ زیوروں والی جو خدا تعالیٰ کی نظر میں زینت کے لحاظ سے اس عورت کا مقابلہ کر سکے جس کے ہاتھ اور پاؤں اور سر اور گردن محض خدا کی خاطر زیور سے خالی ہوئے ہیں۔ وہ سر سے پاؤں تک بھی ہیروں اور جواہرات سے بھر جائیں پھر بھی وہ اس عورت کی زینت کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

خدا کا ایسا احسان ہے کہ اپنے ہاتھوں کو زیور سے خالی کرتے ہوئے اس عورت کو یہ احساس تک نہیں ہوا کہ میں اب قابل رحم ہوگئی ہوں، میں محروم ہو رہی ہوں، بلکہ معاً خدا تعالیٰ نے اس کے دل کو ایک ایسے جذبے سے بھر دیا کہ وہ زیور سے نفرت کرنے لگی اور ایسی شدید نفرت کا اظہار ہے کہ گویا گھر میں زہر پڑا ہوا ہے۔ اسے دور کریں، ورنہ مجھے چین نصیب نہیں ہوگا۔ یہ محض اور محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔

پس جو خدا فکریں پیدا کرتا ہے یا فکر والے حساس دل عطا کرتا ہے وہی فکروں کو دور کرنے کے سامان بھی مہیّا فرما دیتا ہے۔ اس ساری جدو جہد کا ماحصل کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ احمدی پہلے سے بھی بڑھ کر اپنے رب کے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ فکریں اور فکروں کو دور کرنے کا نظام تو محض بہانہ ہو گیا۔ فی الحقیقت ان کی کوئی بھی حیثیت نہ رہی۔ کام سارے خدا ہی نے کرنے ہیں اور کرتا چلا جاتا ہے۔ لیکن اس جدو جہد کے دوران ہمارا ماحصل کیا ہے؟ وہ ہے اپنے رب کی رضا۔ ہم دن بدن پہلے سے زیادہ اپنے پیارے محبوب، اپنے خالق و مالک کے قریب تر ہوتے چلے جارہے ہیں۔ پس کیسا عظیم الشان سودا ہے جو ہم نے اپنے رب سے کیا ہے۔ ہمارا کچھ بھی خرچ نہیں ہوتا اور ہر دفعہ ہم پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کی دولت سے مالا مال ہوتے چلے جارہے ہیں۔

اسی سوچ میں محو ہوتے ہوئے میرا خیال پھر جلسہ سالانہ کی طرف لوٹا جو اس سال کا جلسہ ہے اور مجھے یقین ہو گیا کہ اگر ہم دعائیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ساری مشکلات دور فرما دے گا، سارے خدشات ٹال دے گا اور اس جلسے کو اپنے فضل کے ساتھ ہر لحاظ سے ایک نہایت کامیاب جلسہ ثابت فرمائے گا۔ لیکن جہاں تک جلسے کی حقیقی کامیابی کا تعلق ہے جیسا کہ میں نے پہلے بھی توجہ دلائی تھی، اس کے لئے ہمیں عبادت کا حق ادا کرنا ہوگا۔ اگر ہم عبادت کا حق ادا نہیں کریں گے تو حقیقی کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ جلسہ کی ظاہری رونق اور ظاہری بہار اور ظاہری کامیابی تو کچھ بھی

معنے نہیں رکھتی۔ عبادت نقطۂ عروج ہے مومن کے مقاصد کا۔ اگر عبادت کا حق ادا نہ کیا گیا تو یہ جلسہ اپنی تمام شان وشوکت کے باوجود ویران ہوگا۔

اس لئے میں ایک دفعہ پھر جماعت کو اس ذمہ داری کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ گھروں میں خاص طور پر اس بات کا چرچا ہونا چاہئے اور ابھی سے یہ عزائم ہونے چاہئیں کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ نمازوں کے اوقات میں گھروں کو خالی کریں گے اور مساجد کو بھرا کریں گے۔ اس سلسلے میں انتظامیہ بھی مدد کرسکتی ہے۔ ہر محلے کی انتظامیہ اپنے محلے کے ہر گھر کو ایسا چارٹ مہیا کرے جس کو گھر والے دیوار پر آویزاں کرسکیں اور اس چارٹ پر ان کی قریبی مسجد کے اوقاتِ صلوٰۃ لکھے ہوں تاکہ ہر وقت اہل خانہ کو یاددہانی ہوتی رہے۔ پھر یہ بھی لکھا ہو کہ آپ کی مسجد اس قدر فاصلے پر ہے۔ اگر آپ نماز سے دس پندرہ منٹ پہلے اپنے مہمانوں کو توجہ دلا دیں اور کھانے کے اوقات ایسے رکھیں جو نماز کے اوقات میں مخل نہ ہوں تو یہ ایک بہت بڑی خدمت ہوگی اور بہت بڑی سعادت ہوگی۔ اسی طرح جلسے کے اوقات بھی لکھے جائیں اور پھر شام کے پروگرام بھی درج ہوں اور توجہ دلائی جائے کہ آپ اپنے مہمانوں کی مہمان نوازی کا حق ادا نہیں کرسکتے جب تک اس مقصد میں ان کے ممد ومعاون نہ ہوں جس کی خاطر وہ تکلیف اٹھا کر باہر سے تشریف لائے ہیں اور وہ مقصد جلسہ میں حاضر ہونا اور تقریروں سے استفادہ کرنا ہے۔ پس اگر آپ کے ناشتے، کھانے اور مجلسوں نے ان کو اس مقصد سے ہی محروم کردیا تو پھر اس میزبانی کا کیا فائدہ؟ پھر تو یہ میزبانی نہیں ہوگی بلکہ ایک ظلم ہو جائے گا۔

یہ چارٹ چھپے ہوئے نظارت اصلاح وارشاد کی طرف سے ملیں گے۔ نظارت محلوں کو مہیا کرسکتی ہے۔ اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا پمفلٹ (جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے) جو نمازوں کے اوقات اور نصائح پر مشتمل ہو شامل کر کے ہر گھر میں تقسیم کریں۔ یہ انتظام انشاء اللہ بہت مفید ہوگا۔

اسی طرح جلسہ کے دنوں میں صبح کے وقت نماز کے لئے جگانے کا انتظام ہو۔ جس طرح عموماً اطفال الاحمدیہ صبح کے وقت صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ پڑھتے ہوئے نمازوں کے لئے جگاتے ہیں، اس وقت بھی خصوصیت کے ساتھ اطفال الاحمدیہ کی یہ ذمہ داری ہو کہ وہ سارے ربوہ میں درود کا ایک شور برپا کردیں اور تہجد کے وقت سے لے کر نماز فجر کے وقت تک ایک عجیب منظر ہمیں نظر آئے۔ لذت نگاہ بھی پیدا کرے اور لذت گوش بھی۔ کانوں کے لئے بھی لذت کا سامان

پیدا ہو اور آنکھوں کے لئے بھی لذت کا سامان پیدا ہو کہ چھوٹے چھوٹے بچے درود پڑھتے ہوئے نمازوں کے لئے جگاتے پھر رہے ہیں۔ یہ انتظام بھی انشاء اللہ تعالیٰ بہت مفید ثابت ہوگا۔

ضرورت صرف بار بار نصیحت کرنے کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے احمدیوں کو سننے والے کان عطا کئے ہیں اور ایسے دل عطا فرمائے ہیں جو بڑی جلدی پگھل جاتے اور مائل ہو جاتے ہیں۔ ذراسی توجہ کے نتیجہ میں ہم بہت بڑے فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔

اس ضمن میں ایک اور بات کی طرف بھی توجہ دلانا ضروری ہے کہ جلسہ سالانہ کے لئے مخلص اور محنتی کارکنان کی ضرورت ہے۔ افسر جلسہ سالانہ کو یہ شکایت ہے کہ کارکنان کا معیار گر رہا ہے۔ جس لگن اور قربانی اور جذبے اور روح کے ساتھ ایک زمانے میں احمدی بچہ اور احمدی نوجوان کام کیا کرتا تھا اس معیار میں کچھ کمی آ گئی ہے۔

جب میں ایسی باتیں خطبے میں بیان کرتا ہوں تو بعض لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ آپ نے یہ کیا اندھیر کر دیا۔ آپ یہ کمزوریاں سب کے سامنے کھول کر بیان کر رہے ہیں۔ ان کے خطوط کے باوجود میں یہ بیان کر رہا ہوں اور بیان کرتا چلا جاؤں گا کیونکہ اپنی ایسی کمزوریوں سے پردہ پوشی کرنا جو اصلاح طلب ہوں، یہ نیکی نہیں ہے بلکہ اپنی جان پر ظلم ہے۔ بلا وجہ اپنی تعریف کرنا اور بلا وجہ اپنے عیوب کو چھپانا، حقیقتاً کوئی نیکی نہیں ہے، بلکہ تقویٰ کے خلاف بات ہے۔ اس لئے جو کمزوریاں ہمارے علم میں آتی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کو اپنے سامنے کھول کر رکھیں، محسوس کریں اور معلوم کریں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔ اور پھر ان کو دور کریں۔ یہی قول سدید کا طریق ہے اور اس کے نتیجے میں لازماً اصلاح ہوگی۔ قرآن کریم کا بیان يَآيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ (الاحزاب: ۷۱-۷۲) اتنا قطعی، اتنا پختہ اور اتنا یقینی ہے کہ کبھی بھی اس کا وار خالی نہیں جاتا۔ پس آپ قول سدید اختیار کریں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ قول سدید کے نتیجے میں آپ کو کوئی نقصان پہنچے۔ اس لئے جو کمزوریاں ہیں ان کو تسلیم کرنا چاہئے اور ان کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور اگر افسر جلسہ سالانہ نے محسوس کیا ہے تو لازماً کمزوریاں ہونگی۔ پس میں تمام کارکنان جلسہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے اخلاص کے معیار کو بلند کریں اور بہت بلند کریں۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد افسر جلسہ کو انشاء اللہ کوئی شکایت پیدا نہیں ہوگی۔

حقیقت یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ کام کرنا اور خدمت کرنا بھی بالواسطہ تبلیغ بن جاتا ہے۔ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ہی ایک دفعہ ایسا وقت آیا کہ بارش ہو رہی تھی اور خطرہ تھا کہ صبح مہمانوں کو ہم روٹی مہیا نہیں کر سکیں گے۔ ادھر نان بائی تنور چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ اس زمانے میں تو چھتیں بھی مہیا نہیں ہوا کرتی تھیں۔ بہت برا حال ہوتا تھا۔ تنور کچے اور پھر دیگر وسائل کی بہت کمی ہوتی تھی۔ پیڑے والیاں تو پہلے ہی بھاگ گئی تھیں۔ اُس وقت ہمارے جتنے اطفال بھی روٹی جمع کرنے پر مقرر تھے اور دوسرے کارکنان، ان سب کو میں نے اکٹھا کیا۔ علاوہ ازیں باہر سے بھی جتنے کارکن مل سکتے تھے وہ بلائے۔ اس کے بعد ہم نے یوں کیا کہ پراتیں اور کنالیاں اور جو بھی مہیا ہوا ان کو لے کر نان بائیوں کے سروں پر کھڑے ہو گئے تا کہ بارش ان کو تکلیف نہ دے۔ اور بچوں نے جیسا تیسا بھی انکو پیڑا بنانا آتا تھا، پیڑے بنائے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہماری ساری رات اسی طرح گزری۔ صبح نماز کے بعد مجھے ایک مولوی صاحب نظر آئے جو سندھ سے تعلق رکھتے تھے اور غالباً مجھے لاڑکانہ میں ملے تھے۔ بڑے شدید مخالف ہوتے تھے اور جماعت اسلامی کے پیش رولوگوں میں سے تھے۔ وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئے ان کے اوپر رقت طاری ہو گئی۔ میں نے کہا مولوی صاحب! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا میں ابھی نماز کے بعد بیعت کر کے آ رہا ہوں اور اس خوشی میں گلے لگ کر مل رہا ہوں۔ میں نے کہا آپ کو بیعت کرنے کا خیال کس طرح پیدا ہوا؟ کہنے لگے میں رات کو جبکہ بارش ہو رہی تھی، یہ دیکھنے آیا تھا کہ اب احمدیوں کا کیا حال ہوتا ہے؟ میں تو آپ کے نظام کو درہم برہم ہوتے دیکھنا چاہتا تھا لیکن رات میں نے جو نظارہ دیکھا ہے وہ بڑا حیرت انگیز اور ایمان افروز ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے، جن کے پاس بدن ڈھانکنے کو کپڑے بھی کافی نہ تھے۔ اور افسر کیا اور ماتحت کیا۔ سارے کے سارے کنالیاں اور پراتیں لیکر کھڑے ہیں اور نان بائیوں کو بارش سے بچا رہے ہیں تا کہ وہ بھیگ نہ جائیں۔ یہ کیفیت دیکھ کر میری کایا ایسی پلٹی کہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ ضرور بیعت کروں گا۔ کیونکہ یہ جھوٹوں کی جماعت نہیں ہو سکتی اور میں نے دل میں کہا ملوں گا اس وقت، جب بیعت کر لوں گا۔ چنانچہ میں نے رات بڑی بے چینی میں گزاری ہے اور اب میں آپ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے مجھے بیعت کی توفیق عطا فرما دی ہے۔ پس اخلاص کے نمونے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کبھی ضائع نہیں جاتے۔ ان کے نتیجے میں بڑی تبلیغ ہوتی ہے۔ دلائل خواہ لاکھ بھی ہوں، سچے

عمل کی قوت تاثیر کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

اس لئے پورے خلوص اور تقویٰ کے ساتھ آپ اپنی قربانی سلسلہ کے لئے پیش کریں اور دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مشکلات میں بھی ثابت قدم رکھے۔ کیونکہ جلسے کے پروگرام جب آگے بڑھتے ہیں تو بعض دفعہ بچوں پر اور دوسرے کارکنوں پر اتنا زیادہ بوجھ پڑ جاتا ہے، کہ یوں لگتا ہے کہ انسانی طاقت میں ہی نہیں ہے کہ اس کو اٹھا سکے۔ بعض دفعہ ایسا لگتا ہے کہ آدمی کام کرتے کرتے بیہوش ہو کر گر پڑے گا ایسی کیفیتیں بھی آتی ہیں۔ لیکن اگر انسان دعا کرتا رہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ ان سب بوجھوں کو آسان فرما دیتا ہے۔

اب میں ایک بات دکانداروں سے کہنی چاہتا ہوں۔ یہاں کے دکانداروں کے لئے رزق کی کمائی کا یہ بڑا اچھا موقع ہے۔ کئی بیچارے انتظار کرتے ہوں گے کہ سارے سال کے گھاٹے جلسہ سالانہ پر پورے ہو جائیں۔ لیکن گھاٹے اس طرح پورے ہونے چاہئیں کہ کوئی بڑا گھاٹا نہ کھا جائیں۔ یہ نہ ہو کہ دنیا کا گھاٹا پورا کرتے کرتے اپنی عاقبت کا گھاٹا مول لے لیں اور بددیانتی کا ایسا طریق اختیار کریں جس کے نتیجہ میں آپ کی عاقبت خراب ہو جائے۔ لوگ بڑے اخلاص سے باہر سے آئیں گے۔ بڑی بڑی امیدیں لیکر آئیں گے۔ بعض تو اس لئے یہاں شاپنگ کرتے ہیں کہ ربوہ سے کچھ نہ کچھ لے کر جانا ہے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ جس جگہ سے محبت ہو اور جس کے متعلق انسان سمجھے کہ یہ نیکی کی آماجگاہ ہے وہاں کی ظاہری چیزوں سے بھی اس کو پیار ہو جاتا ہے۔ لوگ مکہ اور مدینہ جاتے ہیں یا دوسرے مقامات مقدسہ مثلاً اجمیر شریف وغیرہ جاتے ہیں تو وہاں کی نشانیاں لے کر آتے ہیں اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا کہ ان کو کسی ایسی چیز کی ضرورت ہے جو وہیں سے ملتی ہے بلکہ وہ صرف پیار کے ایک اظہار کے طور پر وہاں کی ایک نشانی لے کر آتے ہیں۔ ہمارے پاس بھی کئی احمدی جب حج کر کے آتے ہیں تو کبھی مدینہ کی جائے نماز دے دیتے ہیں اور کبھی کوئی تسبیح دے دیتے ہیں۔ یہ چیزیں وہ صرف محبت کے اظہار کے طور پر خریدتے ہیں کہ جس شہر میں حضرت محمد مصطفی ﷺ پھرا کرتے تھے وہاں سے ہم نے کوئی چیز خریدنی ہے خواہ وہ چیز جاپان میں بنی ہو۔ لیکن چونکہ وہ اس مقدس مقام سے منسوب ہو جاتی ہے۔ اس لئے برکت پا جاتی ہے۔ اس میں ایک عظمت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ پیار کا ایک اظہار بن جاتی ہے۔

پس باہر سے آنیوالے احمدیوں کی ایک بڑی تعداد، ضرورت سے بے نیاز ہوکر، یہاں صرف اس لئے شاپنگ کرتی ہے کہ جس جگہ کو خدا نے آج تمام دنیا میں نور پھیلانے کا مرکز بنایا ہے وہاں کی چیزیں لے کر جائیں۔ ان میں امریکہ جیسے ترقی یافتہ ممالک سے آنے والے احمدی بھی ہوتے ہیں۔ ان کو ضرورت تو نہیں ہوتی کہ یہاں سے چیزیں خریدیں بلکہ ساری دنیا ان سے چیزیں خریدتی ہے اس لئے جب باہر کے مہمان یہاں آکر شاپنگ کرتے ہیں تو خالصتہً نیکی کی وجہ سے اور للّٰہی محبت کے اظہار کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے جب بعض دکاندار زیادتی کرتے ہیں تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کے ایمان کو کیسی ٹھوکر لگتی ہوگی وہ منہ مانگے دام دے دیتے ہیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ ایک احمدی دکاندار جائز منافع سے زیادہ لے گا یا ہمارے بھول پن سے فائدہ اٹھا کر ہمیں کچھ زیادہ دام بتائے گا۔ لیکن جب وہ دوسری جگہ جاتے ہیں اور وہاں نسبتاً نیک دکاندار ملتا ہے تو انکو ٹھوکر لگتی ہے وہ کہتے ہیں کہ اچھا! یہ قیمت ہے اس کی؟ ہمیں تو فلاں جگہ یہ بتائی گئی تھی۔ چنانچہ ایسے واقعات وہ پھر بتاتے بھی ہیں۔

گزشتہ کئی سالوں سے مجھے تجربہ ہوا ہے کہ بعض باہر سے آنیوالوں مثلاً امریکنوں نے بتایا کہ ہمیں یہ دیکھ کر بہت تکلیف ہوئی کہ ایک دکاندار کے پاس گئے اور ایک چیز کی قیمت پوچھی تو اس نے کہا پچاس روپے، ہم نے اسی وقت دے دیئے۔ لیکن جب دوسرے دکاندار کے پاس گئے تو اس نے کہا یہ تو اکیس روپے کی ہے۔ کوئی نسبت ہونی چاہئے۔ آپس میں کوئی موازنہ تو ہو۔ اکیس کے بائیس ہو جائیں یا تئیس ہو جائیں یا انیس ہوں۔ یہ تو سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ لیکن پچاس کے اکیس ہو گئے ہوں یا اکیس کے پچاس ہو جائیں۔ یہ حساب سمجھ میں نہیں آسکتا۔ پس لازماً کسی نے بددیانتی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ ان کے ایمان ان ٹھوکروں سے بالا ہیں لیکن ایک نقصان لازماً پہنچتا ہے۔ ان کی توقعات میں ایک نئی تبدیلی پیدا ہوتی ہے، پھر وہ سوچتے ہیں کہ جتنی اعلیٰ توقعات ہم نے رکھی ہوئی ہیں۔ یہ بہرحال وہ توقعات نہیں ہیں۔ اور اگر وہ ایمان سے منحرف نہ بھی ہوں۔ تب بھی ان چیزوں کو دیکھ کر ان کے اخلاص کے اندر کمی ضرور آجاتی ہے اور اخلاص بڑھنے کے مواقع تو بہرحال ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔

پس بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ رازق ہے اس پر توکّل کریں جتنا خدا دیتا

ہے وہ قبول کریں اور اگر آپ خدا کی خاطر بددیانتی سے باز رہیں گے، منافع کو مناسب رکھیں گے اور حسن اخلاق سے پیش آئیں گے۔ بلکہ اگر کوئی شخص غلط چیز لے گیا ہے اور واپس کرنے آتا ہے تو باوجود اس کے کہ آپ کا دستور نہیں ہے۔ آپ واپس لینا قبول کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ آپ کے افعال میں برکت دے گا اور آپ کے نقصان کو بھی فائدے میں بدل دے گا۔ توکّل کریں۔ پھر دیکھیں تو سہی اپنے خدا کو کہ وہ کس قسم کا خدا ہے۔ یونہی بدظنیاں کر کر کے اپنا نقصان کر رہے ہیں حالانکہ بہت ہی محبت کرنے والا خدا ہے۔ بہت بڑھا کر عطا کرتا ہے۔ کبھی تھوڑا سا آزمائش میں ڈالتا ہے تو اس آزمائش میں پورا اترنے کی کوشش تو کریں۔

پس دکانداروں کو بھی خصوصیت کے ساتھ اپنے اخلاق کی اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہئے اور دیانتداری کے تقاضے پورے کرنے چاہئیں۔ اگر وہ محض لِللہ ایسا کریں گے تو ان کے رزق میں برکت ہوگی ان کے ایمان میں بھی برکت ہوگی ان کی اولادوں میں بھی برکت ہوگی اور اللہ تعالیٰ ان پر بڑے فضل نازل فرمائے گا۔

میں امید کرتا ہوں کہ ہم جلسہ سالانہ کو اپنی دعاؤں کے ساتھ اور گریہ وزاری کے ساتھ خوب سجائیں گے۔ اس کا ظاہر بھی سج جائے گا اور باطن بھی سج جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۴ مارچ ۱۹۸۳ء)